بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

مسئلہ سود پر ہمارے مضامین کو دیکھ کر ایک خیال کا بار بار اظہار کیا گیا ہے۔ وہ خیال یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں سرمایہ داری نظام سیاسی طاقت کے ساتھ ہمارے گردوپیش کی پوری معاشی دنیا پر مسلط ہو چکا ہے، معیشت کی گاڑی اصول سرمایہ داری کے پہیّوں پر چل رہی ہے، سرمایہ دار ہی اس کو چلا رہے ہیں، اور وہی قومیں اس کے ذریعہ سے منزل ترقی کی طرف بڑھ رہی ہیں جن کے لئے پیدائش دولت اور صرف دولت کے باب میں کوئی مذہبی یا اخلاقی قید نہیں ہے۔ دوسری طرف ہماری اجتماعی قوت منتشر ہے۔ دنیا کے نظم معیشت کو بدلنا تو درکنار ہم خود اپنی قوم میں بھی اسلامی نظم معیشت کو از سرِ نو قائم کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اب اگر ہماری مذہبی قیود ہم کو زمانے کے چلتے ہوئے نظام معاشی میں پورا پورا حصہ لینے سے روک دیں تو نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہو گا کہ ہماری قوم معاشی ترقی و خوشحالی کے ذرائع سے فائدہ اٹھانے میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ جائیگی، ہم مفلس ہوتے جائیں گے اور ہمسایہ قومیں دولت مند ہوتی چلی جائیں گی، اور ہماری یہ معاشی کمزوری ہم کو سیاسی، اخلاقی اور تمدنی حیثیت سے بھی ذلیل اور پست کر دیگی۔ یہ محض وہم اور اندیشہ نہیں ہے، بلکہ واقعات کی دنیا میں یہی نتیجہ ہم کو نظر آ رہا ہے، برسوں سے نظر آ رہا ہے، اور مستقبل میں ہمارا جو کچھ انجام ہونے والا ہے اس کے آثار کچھ ایسے دھندلے نہیں ہیں کہ ان کو نہ دیکھا جا سکتا ہو۔ پس ہم کو محض شریعت

کا قانون بتانے سے کیا فائدہ ؟ اسلام کے معاشی اصول بیان کرنے سے کیا حاصل ؟ ہم کو یہ بتاؤ کہ ان حالات میں اسلامی قانون کی پابندی کے ساتھ ہمارے لئے اپنی معاشی حالت کو سنبھالنے اور ترقی کی منزلیں طے کرنے کی بھی کوئی سبیل ہے ؟ اگر نہیں ہے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت یقیناً پیش آئیگی۔ یا تو مسلمان بالکل تباہ ہو جائیں گے۔ یا پھر وہ بھی دوسری قوموں کی طرح مجبور ہوں گے کہ ایسے تمام قوانین کی پابندی سے آزاد ہو جائیں جو زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتے۔

یہ سوال صرف مسئلہ سود ہی تک محدود نہیں ہے۔ در اصل اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اگر زندگی کے تمام شعبوں میں سے محض ایک معیشت ہی کا شعبہ ایسا ہوتا جس پر ایک غیر اسلامی نظام مسلط ہو گیا ہوتا، تو شاید معاملہ نسبتہً بہت ہلکا ہوتا۔ مگر واقعات کی شہادت کچھ اور ہے۔ اپنے گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈالئیے۔ خود اپنے حالات کا جائزہ لے کر دیکھیے۔ زندگی کا کونسا شعبہ ایسا پایا جاتا ہے جس پر غیر اسلام کا تسلّط نہیں ہے ؟ کیا اعتقادات اور افکار و تخیلات پر الحاد و دہریت یا کم از کم شک و ریب کا غلبہ نہیں ؟ کیا تعلیم پر ناخدا شناسی کی حکومت نہیں ؟ کیا تمدن و تہذیب پر فرنگیت کا استیلا نہیں ؟ کیا معاشرت کی جڑوں تک میں مغربیت اُتر نہیں گئی ہے ؟ کیا اخلاق اس کے غلبہ سے محفوظ ہیں ؟ کیا معاملات اس کے تسلّط سے آزاد ہیں ؟ کیا قانون اور سیاست اور حکومت کے اصول و فروع۔ نظریات اور عملیات میں سے کوئی چیز بھی اس کے اثر سے پاک ہے ؟

جب حال یہ ہے تو آپ اپنے سوال کو معیشت اور اس کے بھی صرف ایک پہلو تک کیوں محدود رکھتے ہیں ؟ اس کو وسیع کیجیے۔ پوری زندگی پر پھیلا دیجیے۔ یوں کہیے کہ زندگی کے دریا نے اپنا رخ بدل دیا ہے۔ پہلے وہ اس راستہ پر بہ رہا تھا جو اسلام کا راستہ تھا۔ اب وہ اس راستہ پر بہ رہا ہے جو غیر اسلام کا راستہ ہے۔ ہم اس کے رخ کو بدلنے کی قوت نہیں رکھتے۔ ہم میں اتنی قوت

بھی نہیں کہ اس کی رَو کے خلاف تیر سکیں۔ ہم کو ٹھیرنے میں بھی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اب ہمیں کوئی ایسی صورت بتاؤ کہ ہم مسلمان بھی رہیں، اور اس دریا کے بہاؤ پر اپنی کشتی کو بھی چھوڑ دیں۔ عازم کعبہ بھی ہیں اور اس قافلہ کا ساتھ بھی نہ چھوڑیں جو ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔ ہم اپنے خیالات، نظریات، مقاصد، اصول حیات، اور مناہج عمل میں نامسلمان بھی ہوں اور پھر مسلمان بھی ہوں۔ اگر ان اضداد کو جمع کرنے کی کوئی صورت تم نے نہ نکالی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو ہم اسی دریا کے ساحل پر کہیں مر رہیں گے، یا پھر یہ اسلام کا لیبل جو ہماری کشتی پر لگا ہوا ہے ایک دن کھرچ ڈالا جائیگا اور یہ کشتی بھی دوسری کشتیوں کے ساتھ دریا کے دھارے پر بہتی نظر آئیگی۔

ہمارے "روشن خیال" اور "تجدد پسند" حضرات جب کسی مسئلہ پر گفتگو فرماتے ہیں تو ان کی آخری حجت، جو ان کے نزدیک سب سے قوی حجت ہے، یہ ہوتی ہے کہ زمانے کا رنگ یہی ہے۔ ہوا کا رخ اسی طرف ہے۔ دنیا میں ایسا ہی ہو رہا ہے پھر ہم اس کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں، اور مخالف کرکے زندہ کیسے رہ سکتے ہیں؟ اخلاق کا سوال ہو۔ وہ کہیں گے کہ دنیا کا معیار اخلاق بدل چکا ہے۔ مطلب یہ نکلا کہ مسلمان اس پرانے معیار اخلاق پر کیسے قائم رہیں؟ پردے پر بحث ہو۔ ارشاد ہوگا کہ دنیا سے پردہ اٹھ چکا ہے۔ مراد یہ ہوئی کہ جو چیز دنیا سے اٹھ چکی ہے اس کو مسلمان کیسے نہ اٹھائیں؟ تعلیم پر گفتگو ہو۔ ان کی آخری دلیل یہ ہوگی کہ دنیا میں اسلامی تعلیم کی مانگ ہی نہیں۔ مدعا یہ کھلا کہ مسلمان بیچے وہ جنس بن کر کیسے نکلیں جس کی مانگ نہیں ہے اور وہ مال کیوں نہ بنیں جس کی مانگ ہے؟ سود پر تقریر ہو۔ ٹیپ کا بند یہ ہوگا کہ اب دنیا کا کام اس کے بغیر نہیں چل سکتا۔ گویا مسلمان کسی ایسی چیز سے احتراز کیسے کر سکتے ہیں جو اب دنیا کا کام چلانے کے لیے ضروری ہو گئی ہے؟۔ غرض یہ کہ تمدن، معاشرت، اخلاق، تعلیم، معیشت، قانون، سیاست اور زندگی کے دوسرے

شعبوں میں سے جس شعبے میں وہ اصول اسلام سے ہٹ کر فرنگیت کا اتباع کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے زمانے کا رنگ اور ہوا کا رخ اور دنیا کی رفتار وہ آخری حجت ہوتی ہے جو اس تقلید مغربی یا درحقیقت اس جزوی ارتداد کے جواز پر برہان قاطع سمجھ کر پیش کی جاتی ہے، اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عمارتِ اسلامی کے اجزا میں سے ہر اُس جزء کو ساقط کر دینا فرض ہے جس پر اس دلیل سے حملہ کیا جائے۔

ہم کہتے ہیں کہ شکست و ریخت کی یہ تجویزیں جن کو تم متفرق طور پر پیش کرتے ہو، ان سب کو ملا کر ایک جامع تجویز کیوں نہیں بنا لیتے؟ مکان کی ایک ایک دیوار، ایک ایک کمرے اور ایک ایک دالان کو گرانے کی علیحدہ علیحدہ تجویزیں پیش کرنے، اور ہر ایک پر فرداً فرداً بحث کرنے میں فضول وقت ضائع ہوتا ہے۔ کیوں نہیں کہتے کہ یہ پورا مکان گرا دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کا رنگ زمانے کے رنگ سے مختلف ہے۔ اس کا رخ ہوا کے رخ سے پھرا ہوا ہے اور اس کی وضع ان مکانوں سے کسی طرح نہیں ملتی جو آج دنیا میں بن رہے ہیں۔

جن لوگوں کے حقیقی خیالات یہی ہیں ان سے بحث کرنا فضول ہے۔ ان کے لیے تو صاف اور سیدھا جواب یہی ہے کہ اس مکان کو گرانے اور اس کی جگہ دوسرا مکان بنانے کی زحمت آپ کیوں اٹھاتے ہیں، جو دوسرا خوش وضع، خوشنما، خوش رنگ مکان آپ کو پسند آئے اس میں تشریف لے جائیے۔ اگر دریا کے دھارے پر بہنے کا شوق ہے تو اس کشتی کا پیندا کھرچنے کی تکلیف بھی کیوں اٹھائیے۔ جو کشتیاں پہلے ہی سے بہ رہی ہیں ان میں سے کسی میں نقل مقام فرما لیجیے۔ جو لوگ اپنے خیالات، اپنے اخلاق، اپنی معاشرت، اپنی معیشت، اپنی تعلیم، غرض اپنی کسی چیز میں بھی مسلمان نہیں ہیں اور مسلمان نہیں رہنا چاہتے ہیں، ان کے برائے نام مسلمان بنے رہنے سے اسلام کا قطعاً

کوئی فائدہ نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے۔ وہ خدا پرست نہیں ہوا پرست ہیں۔ اگر دنیا میں بت پرستی کا غلبہ ہو جائے تو یقیناً وہ بتوں کو پوجیں گے۔ اگر دنیا میں برہنگی کا رواج عام ہو جائے تو یقیناً وہ اپنے کپڑے اتار پھینکیں گے۔ اگر دنیا نجاستیں کھانے لگے تو یقیناً وہ کہیں گے کہ نجاست ہی پاکیزگی ہے، اور پاکیزگی تو سراسر نجاست ہے۔ ان کے دل اور دماغ غلام ہیں اور غلامی ہی کے لئے گھڑے گئے ہیں آج فرنگیت کا غلبہ ہے، اس لیے اپنے باطن سے لیکر ظاہر کے ایک ایک گوشے تک وہ فرنگی بننا چاہتے ہیں کل اگر زنگیت غالب ہو جائے تو یقیناً وہ زنگی بنیں گے، اپنے چہروں پر سیاہیاں پھیرینگے، اپنے ہونٹ موٹے کرینگے، اپنے بالوں میں حبشیت پیدا کریں گے اور ہر اس شئے کی پوجا کرنے لگیں گے جو زنگیوں سے ان کو پہنچے گی۔ ایسے غلاموں کی اسلام کو قطعاً ضرورت نہیں ہے بخدا اگر کروڑوں کی مردم شماری میں سے ان سب منافقوں اور غلام فطرت لوگوں کے نام کٹ جائیں اور دنیا میں صرف چند ہزار وہ مسلمان رہ جائیں جنکی تعریف یہ ہو کہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ (اللہ کو چاہنے والے اور اللہ کے محبوب ہوں مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف ان کے دل میں نہ ہو) تو اسلام اب سے بدرجہا زیادہ طاقت ور ہوگا، اور ان کروڑوں کا نکل جانا اس کے حق میں ایسا ہوگا جیسے کسی مریض کے جسم سے تمام مواد فاسد نکل جائے۔

نَخْشٰى اَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ "ہم کو خوف ہے کہ ہم پر مصیبت آجائیگی" یہ آج کوئی نئی آواز نہیں ہے۔ بہت پرانی آواز ہے جو ہمیشہ منافقوں کی زبان سے بلند ہوتی رہی ہے یہی آواز نفاق کی اُس بیماری کا پتہ دیتی ہے جو دلوں میں چھپی ہوئی ہے۔ اسی آواز کو بلند کرنے والے ہمیشہ مخالفین اسلام کے کیمپ کی طرف لپکتے رہے ہیں ہمیشہ سے انہوں نے اللہ کی قائم کی ہوئی حدوں کو پاؤں کی بیڑیاں اور گلے کا طوق ہی سمجھا ہے۔ ہمیشہ سے ان کو احکام خدا و رسول کا اتباع گراں ہی گزرتا رہا ہے

اطاعت میں جان و مال کا زیاں اور نافرمانی میں حیات دنیا کی ساری کامرانیاں ہمیشہ سے اُن کو نظر آتی رہی ہیں پس ان کی خاطر خدا کی شریعت کو نہ ابتدا میں بدلا گیا ہے نہ اب بدلا جاسکتا ہے اور نہ کبھی بدلا جائے گا۔ یہ شریعت بزدلوں اور نامردوں کے لئے نہیں اتری ہے۔ نفس کے بندوں اور دنیا کے غلاموں کے لئے نہیں اتری ہے۔ ہوا کے رخ پر اڑنے والے خس و خاشاک، پانی کے بہاؤ پر بہنے والے حشرات الارض اور ہر رنگ میں رنگ جانے والے بے رنگوں کے لئے نہیں اتری ہے یہ ان بہادروں اور شیروں کے لئے اتری ہے جو ہوا کا رخ بدل دینے کا عزم رکھتے ہیں۔ جو دریا کی روانی سے لڑنے اور اس کے بہاؤ کو پھیر دینے کی ہمت رکھتے ہیں جو صبغۃ اللہ کو دنیا کے ہر رنگ سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں، اور اسی رنگ میں تمام دنیا کو رنگ دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ مسلمان جس کا نام ہے۔ وہ تو دریا کے بہاؤ پر بہنے کے لئے پیدا ہی نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی آفرینش کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ زندگی کے دریا کو اس راستہ پر رواں کر دے جو اس کے ایمان و اعتقاد میں راہ راست ہے، صراط مستقیم ہے۔ اگر دریا نے اپنا رخ اُس راستہ سے پھیر دیا ہے تو اسلام کے دعوے میں وہ شخص جھوٹا ہے جو اس بدلے ہوئے رخ پر بہنے کے لئے راضی ہو حقیقت میں جو سچا مسلمان ہے وہ اس غلط رو دریا کی رفتار سے لڑیگا، اس کا رخ پھیرنے کی کوشش میں اپنی پوری قوت صرف کر دے گا، کامیابی اور ناکامی کی اس کو قطعاً پروا نہ ہوگی، وہ ہر اس نقصان کو گوارا کر لے گا جو اس لڑائی میں پہنچے یا پہنچ سکتا ہو، حتی کہ اگر دریا کی روانی سے لڑتے لڑتے اس کے بازو ٹوٹ جائیں، اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں، اور پانی کی موجیں اس کو نیم جان کر کے کسی کنارے پھینک دیں تب بھی اس کی روح ہرگز شکست نہ کھائیگی، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے دل میں اپنی اس ظاہری نامرادی پر افسوس یا دریا کی رو پر بہنے والے کافروں اور منافقوں کی کامرانیوں پر رشک کا جذبہ راہ نہ پائیگا

قرآن تمہارے سامنے ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی سیرتیں تمہارے سامنے ہیں۔ ابتداء سے لیکر آج تک کے علمبرداران اسلام کی زندگیاں تمہارے سامنے ہیں۔ کیا ان سب سے تم کو یہی تعلیم ملتی ہے کہ ہوا جدھر آئے ادھر اڑ جاؤ اور پانی جدھر بہائے ادھر بہ جاؤ، اور زمانہ جو رنگ اختیار کرے اس میں رنگ جاؤ؟ اگر مدعا یہی ہوتا تو کسی کتاب کے نزول اور کسی نبی کی بعثت کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہوا کی موجیں تمہاری ہدایت کے لئے اور حیات دنیا کا بہاؤ تمہاری رہنمائی کے لئے اور زمانے کی نیرنگیاں تمہیں گرگٹ کی روش سکھانے کے لئے کافی تھیں۔ ایسی ناپاک تعلیم کے لئے خدا نے کوئی کتاب نہیں بھیجی اور نہ کوئی نبی مبعوث کیا۔ اس ذات حق کی طرف سے جو پیغام اور جو پیغام بھی آیا ہے اسی لئے آیا ہے کہ دنیا جن راستوں پر چل رہی ہے اُن سب کو چھوڑ کر ایک راستہ مقرر کرے، اور اس کے خلاف جتنے راستے ہوں ان کو مٹانے اور دنیا کو ان سے ہٹانے کی کوشش کرے، اور ایمان داروں کی ایک ایسی جماعت بنائے جو نہ صرف خود اس سیدھے راستہ پر چلیں بلکہ دنیا کو بھی اس کی طرف کھینچ لانے کی کوشش جاری رکھیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین نے ہمیشہ اسی غرض کے لئے جہاد کیا ہے۔ اس جہاد میں اذیتیں اُٹھائی ہیں، نقصان برداشت کئے ہیں، جانیں دی ہیں۔ اور کبھی ان میں سے کسی نے مصائب کے خوف یا منافع کے لالچ سے رفتار زمانہ کو اپنا مقتدا نہیں بنایا ہے۔ اب اگر کوئی شخص یا کوئی گروہ ہدایت آسمانی کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنے میں نقصان اور مشکلات اور خطرات دیکھتا ہے اور ان سے خوف زدہ ہو کر کسی ایسے راستہ پر جانا چاہتا ہے جس پر چلنے والے اس کو خوشحال، کامیاب اور سربلند نظر آتے ہیں، تو وہ شوق سے اپنے پسندیدہ راستہ پر جائے، مگر وہ بزدل اور حریص اپنے نفس کو اور دنیا کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش نہ کرے کہ وہ خدا کی کتاب اور اس کے نبی کے بتائے ہوئے طریقہ کو چھوڑ کر بھی اس کا پیرو ہے۔ نافرمانی خود ایک بڑا جرم ہے۔ اس پر جھوٹ اور فریب اور منافقت کا اضافہ کر کے آخر کیا فائدہ اٹھانا مقصود ہے؟

یہ خیال کہ زندگی کا دریا جس رخ پر بہ گیا ہے۔ اس سے وہ پھیرا نہیں جا سکتا، عقلاً بھی غلط ہے اور تجربہ و مشاہدہ بھی اس کے خلاف گواہی دیتا ہے۔ دنیا میں ایک نہیں سینکڑوں انقلاب ہوئے ہیں، اور ہر انقلاب نے اس دریا کے رخ کو بدلا ہے۔ اس کی سب سے زیادہ نمایاں مثال خود اسلام ہی میں موجود ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو زندگی کا یہ دریا کس رخ پر بہ رہا تھا؟ کیا تمام دنیا پر کفر و شرک کا غلبہ نہ تھا؟ کیا استبداد اور ظلم کی حکومت نہ تھی؟ کیا انسانیت کو طبقات کی ظالمانہ تقسیم نے داغدار نہ بنا رکھا تھا؟ کیا اخلاق پر فواحش، معاشرت پر نفس پرستی، معیشت پر سرمایہ داری، اور قانون پر بے اعتدالی کا تسلط نہ تھا؟ مگر ایک تن واحد نے اٹھ کر تمام دنیا کو چیلنج دے دیا۔ تمام اُن غلط خیالات اور غلط طریقوں کو رد کر دیا جو اس وقت دنیا میں رائج تھے ان سب کے مقابلہ میں اپنا ایک عقیدہ اور اپنا ایک طریقہ پیش کیا اور چند سال کی مختصر مدت میں اپنی تبلیغ اور جہاد سے دریا کے رخ کو پھیر کر اور زمانہ کے رنگ کو بدل کر چھوڑا۔

تازہ ترین مثال اشتراکی تحریک کی ہے۔ انیسویں صدی میں سرمایہ داری کا تسلط اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ کوئی بزدل مرغ باد نما یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ جو نظام ایسی ہولناک سیاسی اور جنگی قوت کے ساتھ دنیا پر مسلط ہے اس کو الٹ دینا بھی ممکن ہے۔ مگر انہی حالات میں ایک شخص کارل مارکس اٹھا اور اس نے اشتراکیت کی تبلیغ شروع کی۔ حکومتوں نے اس کی مخالفت کی، وطن سے نکالا گیا۔ ملک ملک کی خاک چھانتا پھرا۔ تنگ دستی اور مصائب سے دوچار ہوا مگر مرنے سے پہلے اشتراکیوں کی ایک طاقتور جماعت پیدا کر گیا، جس نے چالیس سال کے اندر نہ صرف روس کی سب سے زیادہ خوفناک طاقت کو الٹ کر رکھ دیا، بلکہ تمام دنیا میں سرمایہ داری کی جڑیں ہلا دیں اور اپنا ایک معاشی و تمدنی نظریہ اس قوت کے ساتھ پیش کیا کہ آج دنیا میں اس کے متبعین کی تعداد روز بروز بڑھتی چلی جا رہی ہے، اور ان ممالک کے قوانین بھی اس سے

متاثر ہو رہے ہیں جن پر سرمایہ داری کی حکومت گہری جڑوں کے ساتھ جمی ہوئی ہے۔

مگر انقلاب یا ارتقا ہمیشہ قوت ہی کے اثر سے رونما ہوا ہے، اور قوت ڈھل جانے کا نام نہیں، ڈھال دینے کا نام ہے۔ مڑ جانے کو قوت نہیں کہتے، موڑ دینے کو کہتے ہیں۔ دنیا میں کبھی نامردوں اور بزدلوں نے کوئی انقلاب پیدا نہیں کیا۔ جو لوگ اپنا کوئی اصول، کوئی مقصد حیات، کوئی نصب العین نہ رکھتے ہوں، جو کسی بلند مقصد کے لئے قربانی دینے کا حوصلہ نہ رکھتے ہوں، جو خطرات اور مشکلات کے مقابلے کی ہمت نہ رکھتے ہوں، جن کو دنیا میں محض آسایش اور سہولت ہی مطلوب ہو، جو ہر سانچے میں ڈھل جانے اور ہر دباؤ سے دب جانے والے ہوں، ایسے لوگوں کا کوئی قابل ذکر کارنامہ انسانی تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔ تاریخ بنانا صرف بہادر مردوں کا کام ہے۔ انہی نے اپنے جہاد اور اپنی قربانیوں سے زندگی کے دریا کا رخ پھیرا ہے، دنیا کے خیالات بدلے ہیں، مناہج عمل میں انقلاب برپا کیا ہے، اور زمانے کے رنگ میں رنگ جانے کے بجائے زمانے کو خود اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے۔

پس یہ نہ کہو کہ دنیا جس راستہ پر جارہی ہے اس سے وہ پھیری ہی نہیں جاسکتی، اور زمانے کی جو روش ہے اس کا اتباع کیے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ مجبوری کا جھوٹا دعویٰ کرنے کے بجائے تم کو خود اپنی کمزوری کا سچا اعتراف کرنا چاہیئے۔ اور جب تم اس کا اعتراف کرلوگے تو تم کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ کمزور کے لیے دنیا میں نہ کوئی مذہب ہوسکتا ہے نہ کوئی اصول، اور نہ کوئی ضابطہ۔ اس کو تو ہر زور آور سے دبنا پڑے گا۔ ہر طاقت کے آگے جھکنا پڑیگا۔ ہر قوی اثر سے متاثر ہونا پڑیگا۔ وہ کبھی اپنے کسی اصول اور کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی مذہب اس کے لیے اپنے اصول بدلتا چلا جائے تو وہ سرے سے کوئی مذہب ہی نہ رہے گا۔

یہ بھی ایک دعویٰ کا ہے کہ اسلام کی قیود تمہاری خوشحالی اور معاشی ترقی میں مانع ہیں۔ آخر تم اسلام کی کس قید کی پابندی کر رہے ہو؟ کونسی قید ہے جس سے تم آزاد نہیں ہوئے اور کونسی حد ہے جس کو تم نے نہیں توڑا؟ تم کو جو چیزیں تباہ کر رہی ہیں ان میں سے کس کی اجازت اسلام نے تم کو دی ہے؟ تم تباہ ہو رہے ہو اپنی فضول خرچیوں سے جن کے لئے کروڑوں روپیہ سالانہ کا سود تمہاری جیبوں سے ساہوکاروں کے خزانے میں جا رہا ہے، اور کروڑوں روپے کی جائدادیں تمہارے قبضہ سے نکلتی چلی جا رہی ہیں۔ کیا اسلام نے تم کو اس کی اجازت دی تھی؟ تم کو خود تمہاری اپنی بری عادتیں تباہ کر رہی ہیں۔ اس مفلسی کی حالت میں بھی سینما اور کھیل تماشے تمہاری آبادی سے بھرے رہتے ہیں۔ تم میں کا ہر شخص لباس اور زینت و آرائش کے سامانوں پر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتا ہے۔ تمہاری جیبوں سے ہر مہینے لکھوکھا روپیہ بیہودہ رسموں اور تماشائی افعال اور جاہلانہ اشغال میں صرف ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کس کو اسلام نے تمہارے لئے حلال کیا ہے؟ سب سے بڑی چیز جس نے تم کو تباہ کر دیا ہے، وہ ادائے زکوٰۃ میں غفلت اور آپس کی معاونت سے بے پروائی ہے۔ کیا اسلام نے یہ چیز تم پر فرض نہ کی تھی؟ پس حقیقت یہ ہے کہ تمہاری معیشت کی بربادی اسلامی قیود کی پابندی کا نتیجہ نہیں بلکہ ان سے آزادی کا نتیجہ ہے۔ رہی ایک سود کی پابندی تو وہ بھی کہاں قائم ہے؟ کم از کم ۹۵ فی صدی مسلمان بغیر کسی حقیقی مجبوری کے سود پر قرض لیتے ہیں۔ کیا اسلامی احکام کی پابندی اسی کا نام ہے؟ مالدار مسلمانوں میں سے بھی ایک بڑا حصہ کسی نہ کسی شکل میں سود کھا ہی رہا ہے۔ باقاعدہ ساہوکاری نہ کی تو کیا ہوا۔ بنک اور بیمہ اور سرکاری بانڈس اور پراویڈنٹ فنڈس کا سود تو اکثر و بیشتر مالدار مسلمان کھاتے ہیں۔ پھر وہ حرمت سود کی قید کہاں ہے جس پر تم اپنی معاشی خستہ حالی کا الزام رکھتے ہو؟

عجیب پرلطف استدلال یہ ہے کہ مسلمانوں کی عزت اور قومی طاقت کا مدار دولت مندی پر ہے اور دولت کا مدار معاشی ترقی وخوشحالی کے ذرایع سے فائدہ اٹھانے پر ہے، اور ان سب کا مدار سود کے جواز پر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو ابھی تک یہی خبر نہیں کہ عزت اور طاقت کا مدار دراصل ہے کس چیز پر۔ محض دولت ہرگز وہ چیز نہیں ہے جو کسی قوم کو معزز اور طاقتور بناتی ہو۔ تمہارا ایک ایک شخص اگر لکھ پتی اور کروڑ پتی بن جائے مگر تم میں کیرکٹر کی طاقت نہ ہو تو یقین رکھو کہ دنیا میں تمہاری کوئی عزت نہ ہوگی۔ بخلاف اس کے اگر تم میں درحقیقت اسلامی سیرت موجود ہو، تم صادق اور امین ہو، لالچ اور خوف سے پاک ہو، اپنے اصول میں سخت اور اپنے معاملات میں کھرے ہو، حق کو حق اور فرض کو فرض سمجھنے والے ہو، حرام وحلال کی تمیز کو ہر حال میں ملحوظ رکھنے والے ہو، اور تم میں اتنی اخلاقی قوت موجود ہو کہ کسی نقصان کا خوف اور کسی فائدے کی طمع تم کو راستی سے نہ ہٹا سکے اور کسی قیمت پر تمہارا ایمان نہ خریدا جاسکے تو دنیا میں تمہاری ساکھ قایم ہو جائیگی۔ دلوں میں تمہاری عزت بیٹھ جائیگی۔ تمہاری بات کا وزن لکھ پتی کی پوری دولت سے زیادہ ہوگا۔ تم جھونپڑیوں میں رہکر اور پیوند لگے کپڑے پہن کر بھی دولت سراؤں میں رہنے والوں سے زیادہ احترام کی نظر سے دیکھے جاؤ گے اور تمہاری قوم کو ایسی طاقت حاصل ہوگی جس کو کبھی نیچا نہیں دکھایا جاسکتا۔ عہد صحابہ کے مسلمان کس قدر مفلس تھے۔ جھونپڑیوں اور کمبل کے خیموں میں رہنے والے۔ تمدن کی شان وشوکت سے ناآشنا۔ نہ ان کے لباس درست، نہ غذا درست، نہ ہتیار درست، نہ سواریاں شاندار۔ مگر ان کی جو دھاک اور ساکھ دنیا میں تھی وہ نہ اموی عہد میں مسلمانوں کو نصیب ہوئی نہ عباسی عہد میں اور نہ بعد کے کسی عہد میں۔ ان کے پاس دولت نہ تھی مگر کیرکٹر کی طاقت تھی جس نے دنیا میں اپنی عزت وعظمت کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ بعد والوں کے پاس دولت آئی، حکومت آئی، تمدن کی

شان و شوکت آئی مگر کوئی چیز بھی کیرکٹر کی کمزوری کا بدل فراہم نہ کر سکی۔

تم نے تاریخ اسلام کا سبق تو فراموش ہی کر دیا ہے۔ مگر دنیا کی جس قوم کی تاریخ چاہو اٹھا کر دیکھ لو۔ تم کو ایک مثال بھی ایسی نہ ملے گی کہ کسی قوم نے محض سہولت پسندی اور آرام طلبی اور منفعت پرستی سے عزت اور طاقت حاصل کی ہو۔ تم کسی ایسی قوم کو معزز اور سربلند نہ پاؤ گے جو کسی اصول اور کسی ڈسپلن کی پابند نہ ہو، کسی بڑے مقصد کے لیے تنگی اور مشقت اور سختی برداشت نہ کرتی ہو، اور اپنے اصول و مقاصد کے لیے نہ صرف اپنے نفس کی خواہشات کو بلکہ خود اپنے نفس کو بھی قربان کر دینے کا جذبہ نہ رکھتی ہو۔ یہ ڈسپلن اور اصول کی پابندی اور بڑے مقاصد کے لیے راحت و آسائش اور منافع کی قربانی کسی نہ کسی رنگ میں تم کو ہر جگہ نظر آئے گی۔ اسلام میں اس کا رنگ کچھ اور ہے اور دوسری ترقی یافتہ قوموں میں کچھ اور۔ یہاں سے نکل کر تم کسی اور نظام تمدن میں جاؤ گے تو وہاں بھی تم کو اس رنگ میں نہ سہی دوسرے رنگ میں ایک نہ ایک ضابطہ کا پابند ہونا پڑے گا۔ ایک نہ ایک ڈسپلن کی گرفت برداشت کرنی ہی ہو گی۔ چند مخصوص اصولوں کے شکنجے میں بہرحال تم جکڑے جاؤ گے اور تم سے کسی مقصد اور کسی اصول کی خاطر قربانی کا مطالبہ ضرور کیا جائیگا۔ اگر اس کا حوصلہ تم میں نہیں ہے، اگر تم صرف نرمی اور کشادگی اور مٹھاس ہی کے متوالے ہو اور کسی سختی، کسی تنگی اور کسی کڑواہٹ کو گوارا کرنے کی طاقت تم میں نہیں ہے تو اسلام کی قید و بند سے نکل کر جہاں چاہو جا کر دیکھ لو، کہیں تم کو عزت کا مقام نہ ملے گا اور کسی جگہ طاقت کا خزانہ تم نہ پا سکو گے۔ قرآن نے اس قاعدۂ کلیہ کو صرف چار لفظوں میں بیان کیا ہے اور وہ چار لفظ ایسے ہیں جن کی صداقت پر پوری تاریخ عالم گواہ ہے۔ ان مع العسر یسرا۔ یُسر کا دامن ہر حال میں عُسر کے ساتھ وابستہ ہے۔ جس میں عسر کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں، وہ کبھی یُسر سے ہم کنار نہیں ہو سکتا۔